Al-Mahdi Research Journal (MRJ)
Vol 5 Issue 5 (July-Sep 2024)
HJRS HEC Journal Recognition System
Category Y
ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

Orientalists' Criticisms on Hadith Science: A Research Study

علم حدیث پر مستشرقین کی تنقیدات کا تحقیقی مطالعہ

Dr. Moazzam Nawaz Virk
Assistant professor, Govt.Graduate College Civil Lines Sheikhupura,

Muzamil Mushtaq
Lecturer, Dept. of Islamic Studies, Government Graduate College for Women, Sheikhupura

Abstract

If the Orientalist movement is considered a center of anti-Islamic activities, it is a fact that such activities began with the very advent of Islam. Even before it took the form of an organized movement, non-Muslims periodically expressed propaganda, opposition, and hostility towards Islam in general and the Prophet of Islam in particular, throughout various periods. One opinion is that the failure of the Crusades by Europe became the catalyst and cause of this movement. After being defeated on the battlefield, Westerners found no better way to harm Islam and the Islamic world on an intellectual and ideological front than to criticize Islam, Islamic beliefs, the fundamental sources of Sharia, the Prophet of Islam, and Islamic society and civilization. The reality is that Europe, since the Middle Ages (476 AD), has gone through the darkness of ignorance, the likes of which perhaps no other human society has ever experienced. Europe was an enemy of all forms of knowledge without religious literature, and wherever any scholar, philosopher, or thinker raised their head, they were killed. During this period, schools were forcibly closed, and millions of books were set on fire. In short, their history is tainted with incidents of hostility towards humanity, knowledge, and scholars. Their economic, social, intellectual, and moral conditions were in decline.

Keywords: Recreation, Entertainment, Shariah, Goals, Objectives.

تعارف

تحریک استشراق کو اگر خلاف اسلام سرگرمیوں کا محور قرار دیا جائے تو امر واقعہ ہے کہ اس قسم کی سرگرمیوں کا آغاز دراصل ظہورِ اسلام کے ساتھ ہی ہو گیا تھا اور باقاعدہ ایک تحریک کی صورت اختیار کرنے سے قبل بھی غیر مسلموں کی جانب سے اسلام کے خلاف بالعموم اور پیغمبر اسلام کے خلاف بالخصوص پروپیگنڈا، مخالفت و مخاصمت اور بغض و عناد کا موقع بہ موقع اظہار مختلف ادوار میں ہوتا رہا ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ یورپ کی صلیبی جنگوں میں ناکامی اس تحریک کا محرک اور سبب بنی۔ اہل مغرب کے جنگی محاذ پر پسپا ہونے کے بعد ذہنی اور فکری محاذ پر اسلام اور دنیائے اسلام کو نقصان پہنچانے کی تدبیر ان کے نزدیک اس سے بہتر اور کوئی نہ تھی کہ اسلام، اسلامی عقائد، شریعت کے بنیادی مصادر، پیغمبر اسلام اور اسلامی معاشرہ و تہذیب کو موردِ تنقید بنایا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ یورپ قرون وسطیٰ ۴۷۶ء سے ہی جہالت کی ان تاریکیوں سے گزرا ہے جن سے شاید کسی دوسرے انسانی معاشرے کو واسطہ نہ پڑا ہو۔ یورپ مذہب ادب کے بغیر تمام اصناف علم کا دشمن تھا اور جہاں کوئی علمی یا فلسفی یا مفکر سر اٹھاتا اسے قتل کر دیا جاتا تھا۔ اس دور میں حکماً مدارس بند کر دیے گئے۔ لاکھوں کتب حوالۂ آتش کی گئیں۔ غرض کہ ان کی تاریخ انسان دشمنی، علم دشمنی، عالم کشی کے واقعات سے آلودہ ہے۔ ان کی معاشی، معاشرتی، علمی اور اخلاقی حالت روبہ تنزیل تھی۔

استشراق اور مستشرق کا مفہوم:

عربی قواعد کے لحاظ سے لفظ استشراق ثلاثی مزید فیہ کے باب استفعال سے ہے۔ جس کا مادہ (Root) ش ر ق ہے اور یہ مادہ کسی چیز کی روشنی اور اس کے کھلنے پر دلالت کرتا ہے۔ کہا جاتا ہے: ''شرقت الشمس شروقا اذا طلعت''(1) سورج روشن ہوا جب وہ طلوع ہو جائے۔ عربی، اُردو اور فارسی کی قدیم لغات میں استشراق کا مادہ ش، ر، ق تو موجود ہے، لیکن باب استفعال کے زیر بحث الفاظ میں اس کے معنی و مفہوم یا بطور فعل ان لغات میں بحث نہیں پائی جاتی۔(2)

عربی میں ''مستشرق'' ہی نہیں، بلکہ خود اس کا اسم یا مصدر استشراق بھی نیا اور بعد کی پیداوار ہے۔ اسی وجہ سے قدیم عربی لغات میں اس مادہ ش، ر، ق کا باب استفعال سرے سے مفقود ہے۔ البتہ مستشرق اور استشراق کے الفاظ بطور اسم فاعل اور اسم مصدر کے ملتے ہیں جو مخصوص اور محدود معنوں میں استعمال ہوتے ہیں اور استشراق بطور فعل ان لغات میں مذکور نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ استشراق اور مستشرق کی اصطلاحیں لفظی اعتبار سے زیادہ قدیم نہیں ہیں۔ انگریزی زبان میں ان کا استعمال اپنے مخصوص اصطلاحی معنوں میں اٹھارویں صدی عیسوی کے آخر میں شروع ہوا ہے۔ بقول آربری (Arbery):

(Orientalist) کا لفظ پہلی بار ۱۶۳۰ء مشرقی یا یونانی کلیسا کے ایک پادری کے استعمال ہوا۔(3)

اُردو لغت میں بھی مستشرق کا تقریباً یہی مفہوم ہے یعنی وہ فرنگی جو مشرقی زبانوں اور علوم کا ماہر ہو۔(4)

المنجد میں مستشرق کا مفہوم یوں بیان ہوا ہے:

''العالم باللغات والآداب والعلوم الشرقیۃ والاسم الاشراق''(5)

''مشرقی زبانوں، آداب اور علوم کے عالم کو مستشرق کہا جاتا ہے اور اس علم کا نام استشراق ہے۔''

CC BY

آکسفورڈ انگلش ڈکشنری میں مستشرق کا مفہوم یوں بیان ہوا ہے:

An oriental in eastern language and his to(6)

"مستشرق وہ ہے جو مشرقی زبانوں اور تاریخ کا ماہر ہو۔"

An oriental turn of thought Adopted by a estern thinker(7)

"یعنی مشرقی انداز فکر جو کہ مغربی مفکر نے اپنایا ہو۔"

بقول مولوی عبد الحق Orientalist کا معنی ہے، جو علوم مشرقیات کا ماہر ہو۔(8)

استشراق مغربی اسلوب فکر کا نام ہے جس کی بنیاد مشرق و مغرب کی نسلی تقسیم کے نظریہ پر قائم ہیں جس کی رو سے اہل مغرب کو اہل مشرق پر نسلی اور ثقافتی برتری حاصل ہے۔(9)

"استشراق" اس مغربی اسلوب کا نام ہے جس کا مقصد مشرق پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے اس کی فکری اور سیاسی تشکیل نو کرنا ہے۔(10)

ڈاکٹر محمد احمد یاب نے استشراق کی تعریف یوں بیان کی ہے:

"غیر مشرقی لوگوں کا مشرقی زبانوں، تہذیب، فلسفے اور مذہب کے مطالعہ میں مشغول ہونے کا نام استشراق ہے۔"(11)

یہ امر قابل ذکر ہے کہ "مستشرقین" کی اصطلاح اگرچہ زیادہ تر غیر مسلم مصنفین کے لیے استعمال ہوتی ہے جن کا تعلق یورپین ممالک سے ہو جنہوں نے اسلام "اسلامی تعلیمات" اسلامی تہذیب و تمدن کے بارے میں کچھ لکھا ہو۔ لیکن زیادہ وسیع مفہوم میں وہ تمام تر غیر مسلم مصنفین بھی آتے ہیں جنہوں نے اسلام کے بارے میں بالعموم حدیث و سیرت کے بارے میں لکھا ہو۔(12)

تحریک استشراق کا آغاز:

تحریک استشراق کو اگر خلاف اسلام سرگرمیوں کا محور قرار دیا جائے تو امر واقعہ ہے کہ اس قسم کی سرگرمیوں کا آغاز دراصل ظہورِ اسلام کے ساتھ ہی ہو گیا تھا اور باقاعدہ ایک تحریک کی صورت اختیار کرنے سے قبل بھی غیر مسلموں کی جانب سے اسلام کے خلاف بالعموم اور پیغمبر اسلام کے خلاف بالخصوص پروپیگنڈا، مخالفت و مخاصمت اور بغض و عناد کا موقع بہ موقع اظہار مختلف ادوار میں ہوتا رہا ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ یورپ کی صلیبی جنگوں میں ناکامی اس تحریک کا محرک اور سبب بنی۔ اہل مغرب کے جنگی محاذ پر پسپا ہونے کے بعد ذہنی اور فکری محاذ پر اسلام اور دنیائے اسلام کو نقصان پہنچانے کی تدبیر ان کے نزدیک اس سے بہتر اور کوئی نہ تھی کہ اسلام، اسلامی عقائد، شریعت کے بنیادی مصادر، پیغمبر اسلام اور اسلامی معاشرہ و تہذیب کو موردِ تنقید بنایا جائے۔(13)

حقیقت یہ ہے کہ یورپ قرون وسطیٰ ۱۷۶۴ء سے ہی جہالت کی ان تاریکیوں سے گزرا ہے جن سے شاید کسی دوسرے انسانی معاشرے کو واسطہ نہ پڑا ہو۔ یورپ مذہب ادب کے بغیر تمام اصناف علم کا دشمن تھا اور جہاں کوئی علمی یا فلسفی یا مفکر سر اٹھاتا اسے قتل کر دیا جاتا تھا۔ اس دور میں حکماً مدارس بند کر دیے گئے۔ لاکھوں کتب حوالۂ آتش کی گئیں۔ غرض کہ ان کی تاریخ انسان دشمنی، علم دشمنی، عالم کشی کے واقعات سے آلودہ ہے۔ ان کی معاشی، معاشرتی، علمی اور اخلاقی حالت روبہ تنزیل تھی۔(14)

حدیث نبوی اور مستشرقین:

مشہور مستشرقین:

مستشرقین کی ایک بڑی تعداد نے اسلام اور نبی اکرم ﷺ کی ذات پر خامہ فرسائی کی ہے۔ اس پر ڈاکٹر عبد الرحمٰن بدوی نے "موسوعۃ المستشرقین" تحریر کیا ہے جس میں ڈیڑھ سو سے زیادہ مستشرقین کے بارے میں اہم معلومات موجود ہیں۔ چند مستشرقین کے نام درج ذیل ہیں:

آربری (Arbury)، بروکلمات، گب (Gibb)، سپرنگر (Springer) گولڈزیہر (Goldziher)، ڈوزی (Dozi)، ولیم میور، شاخت، مارگولیتھ، فانملر، ہوروٹس، ہورست، ان کریمر، کیتانی، نکلسن، آرتھر جیفری، منٹگمری واٹ، ول ڈیوران، گلیوم، رابسن، ژان پال۔(15)

قرآن حکیم کے بارے میں تقریباً سبھی مستشرقین نے قلم اٹھایا ہے۔ قرآن کے بعد مستشرقین کا دوسرا بڑا ہدف ہمیشہ سے رسول اللہ ﷺ کی ذات رہی ہے۔

حدیث نبوی کے بارے میں مستشرقین کے خصوصی اہداف:

ڈاکٹر لقمان سلفی نے اپنی کتاب "السنہ" میں مستشرقین کے حدیث کے بارے میں سات خصوصی اہداف کا ذکر کیا ہے۔ جو درج ذیل ہیں:

حدیث نبوی کو ناقابل اعتبار ٹھہرانا مستشرقین کا خصوصی ہدف رہا ہے۔ وہ جانتے تھے کہ حدیث نبوی قرآن حکیم کی تفسیر اور وضاحت ہے۔
جب قرآن حکیم کو وضاحت نبوی سے الگ کر دیا جائے تو مسلمان اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے رہیں گے اور اس طرح وہ مسلمانوں کو ان کے اصل دین سے دور کرنے میں کامیاب ہو سکیں گے۔

نبی ﷺ کی رسالت میں اس طرح تشکیک پیدا کرنا کہ آپ ﷺ صرف قرآن کے مبلغ ہیں اور ان کا کام قرآن کے نزول کے ساتھ ختم ہو گیا ہے۔ سادہ لوح مسلمانوں کو اس بات پر مطمئن کرنے کی کوشش کرنا کہ شریعت اسلامی یہودیت سے اخذ کردہ ہے جیسا کہ گولڈزیہر اور شاخت کا دعویٰ ہے۔

- فقہ اسلام کی قدر و قیمت میں تشکیک پیدا کرنا۔
- اسلامی تہذیب و تمدن کے بارے میں مسلمانوں کے اندر شکوک پیدا کرنا۔
- مسلمانوں میں اپنے علمی ورثے کے بارے میں یقین کو متزلزل کرنا اور ان کے صحیح عقائد میں شک پیدا کرنا۔
- حدیث نبوی ﷺ سے مسلمانوں کا رابطہ ختم کر کے اسلامی اخوت کا دائرہ اپنے اپنے ملکوں تک محدود کرنا۔(16)

مستشرقین کی تحقیق کے اہم نکات

ڈاکٹر خالد علوی نے اپنی کتاب "حفاظتِ حدیث" میں مستشرقین کی تحقیق کے درج ذیل اہم نکات بیان کیے ہیں:

CC BY

حدیث کالٹریچر زیادہ تر زبانی روایات پر مبنی ہے، جو ایک صدی سے زیادہ عرصہ اسی زبانی روایت سے منتقل ہوتا رہا۔ اسلامی قانون کے ابتدائی مجموعوں میں حدیثوں کی تعداد کم ہے جبکہ بعد کے ادوار میں احادیث کی تعداد بڑھ گئی اور متاخر مجموعوں میں اتنی بڑی تعداد جمع کی گئی جو ابتدائی دور میں ناقابل تصور تھی۔ کم عمر صحابہ کی مرویات بڑی عمر کے صحابہ کی مرویات سے کہیں زیادہ ہے۔ اس لیے ان کے ساتھ جو سند ملحق کی گئی ہے وہ قابل اعتماد نہیں۔ اسناد کا طریق پہلی صدی ہجری کے آخر میں استعمال کیا گیا لہٰذا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جس حدیث کو ان اسناد سے بیان کیا گیا ہے وہ صحیح معنوں میں حدیث ہے۔ بہت سی احادیث ایک دوسرے سے متضاد ہیں۔ ایسے یقینی ثبوت موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اکثر اسناد اور متن حدیث موضوع ہیں۔ مسلم نقادوں نے اپنے تنقیدی اصولوں کو سند تک محدود رکھا ہے اور متن حدیث پر کبھی تنقیدی نظر نہیں ڈالی۔[17]

مستشرقین کا طریقہ کار:

- حقائق کو بدلنا۔
- علمی مواد کی نصوص کو بدلنا۔
- علمی مواد کو اپنے فہم کے مطابق ڈھالنا، اگرچہ عربی ذوق سے ناواقف ہوں۔
- تہذیب اسلامی کو ایک خونخوار معاشرے اور تہذیب کی صورت میں پیش کرنا۔
- ایسے مصادر سے نقل کرنا جو اسلامی فکر کی نمائندگی نہیں کرتے۔ اور ان کے لکھنے والوں کو اہل اسلام اپنے لیے قابل حجت نہیں سمجھتے۔[18]

علم حدیث اور رواۃ پر مستشرقین کے اعتراضات اور ان کا تجزیہ:

انیسویں اور بیسویں صدی کے مستشرقین نے قرآن کریم، اسلامی ادب، تاریخ اور دوسرے علوم کے ساتھ ساتھ حدیث کو بھی موضوع بحث بنایا۔ اس بارے میں پہلی کوشش گولڈ زیہر نے کی جس نے اپنی ریسرچ "Muhammad studies" کے نام سے مکمل کی۔ عصر حاضر کے مستشرقین کے یہاں اس کی تصنیفات اور مضامین ایک اہم مستند ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ پروفیسر گلیوم نے اپنی تصنیف میں گولڈ زیہر اور مارگولین کی پیروی میں ان کے خیالات کو مزید پروان چڑھایا اور قانونی احادیث کو موضوع بحث بنایا۔ جرمن مستشرق شاخت (schacht) کی ریسرچ پر ایک مستشرق پروفیسر گب (Gibb) نے اگرچہ تنقید کی تاہم اس کا لب ولہجہ بھی حدیث کے مخالف ہی رہا۔ ان کے علاوہ ڈیورنٹ (Durnt) آرتھر جیفری (Arthor Jafery) منٹگمری واٹ (Muntgomery watt) ہوروفیتش (Horowitz) وان کریمر (Von Kremmer) کیتانی (Catani) نکلسن (Nicolson) نے بھی حدیث کے متعلق اپنے اپنے مخالفانہ نظریات پیش کیے۔[19]

دیگر مستشرقین نے بھی نقد حدیث سے بھی آگے بڑھ کر انکار حدیث کی داغ بیل ڈالی ہے۔ حدیث کے سلسلے میں ہر بات اور ہر پہلو کو غلط زاویوں سے دیکھا اور سوچا ہے۔ لیکن حدیث کے بارے میں ان سب میں سے زیادہ مقام و مرتبہ وسیع العلم، خطرناک اور مفسد یہودی مستشرق گولڈ زیہر رکھتا ہے حتیٰ کہ اس کو شیخ المستشرقین کے لقب سے نوازا گیا ہے۔ اس نے اپنی تصنیف "دراسات محمدیہ" (Muhammad studies) میں حدیث کے ارتقاء پر بحث کی ہے، اس بحث نے اسے حدیث کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا کر دیا ہے جس کے نتیجہ میں اس نے حدیث پر بہت سے اعتراضات کیے ہیں۔ مستشرقین نے مسلمانوں کو دین اسلام سے بدظن کرنے کے لیے حدیث نبوی کو ہدف طعن و جرح بنایا۔ اس کا نام انہوں نے اپنی اصطلاح میں "آزادانہ بحث و نظری" رکھا۔[20]

مستشرقین کی تنقیدات:

ذیل کی سطور میں حدیث کے بارے میں مستشرقین کے نظریات اور اعتراضات کا تنقیدی جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

احادیث قابل حجت نہیں:

مستشرقین نے حجیت حدیث پر مختلف طریقوں اور زاویوں سے اعتراضات کیے ہیں تاکہ اس کے بارے میں مختلف شکوک و شبہات پیدا کر کے مسلمانوں کا اس پر اعتماد ختم کر سکیں۔ وہ کبھی احادیث کو پہلی اور کبھی دوسری صدی ہجری میں اسلام کے دینی، تاریخی اور اجتماعی ارتقاء کا نتیجہ قرار دیتے ہیں اور کبھی یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ حدیث کا آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ کہ احادیث سیاسی مقاصد کے لیے وضع کی گئی ہیں۔

ا۔ مشہور مستشرق گولڈ زیہر حدیث کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

لفظ حدیث کا مطلب کہانی اور مواصلات یا خبر رسانی ہوتا ہے۔ صرف ان لوگوں کے درمیان مواصلات نہیں جنھوں نے مذہبی زندگی کو قبول کیا، بلکہ غیر مذہبی، جدید ترین یا قدیم ترین تاریخی مواصلات کو حدیث کہتے ہیں۔[21] گولڈ زیہر کا "حدیث" کو Talo اور Communication سے تعبیر کرنا اس کی علمی خیانت ہے یا پھر اس کا یہ عمل اس کی جہالت کی عکاسی کرتا ہے۔ المورد (انگلش عربی ڈکشنری) کے لحاظ سے لفظ Talo کا معنی ہے: "اشاعۃ (عن حیاۃ الناس الخاصۃ)"[22]

لوگوں کی زندگی کی خاص کہانی:

اور بقول مولوی عبدالحق اس کا معنی "کہانی اور قصہ" ہے۔[23] گویا کہ اس کے نزدیک احادیث کی حیثیت کہانی اور قصہ پارینہ کی ہے۔ کاش کہ گولڈ زیہر محدثین کے نزدیک مسلمہ حدیث کا مفہوم جان لیتا تو اس طرح کی بودی اور بے وزنی بات نہ کرتا۔ گولڈ زیہر کے نزدیک حدیث کی حیثیت تاریخ بھی نہیں ہے۔ اس بارے میں لکھتا ہے:

> حدیث کو اسلام کے ابتدائی دور کی تاریخ کے لیے سند کی حیثیت سے پیش نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اس کے بجائے ان کی حیثیت ان رجحانات کے عکس کی سی ہے جو کسی قوم کی ارتقاء کے پختہ و مستحکم ادوار میں نمایاں ہوئے۔[24]

گولڈ زیہر حدیث اور سنت کو بطور متضاد پیش کرتے ہیں۔ اکثر جگہوں پر حدیث کے لیے Tradition یعنی روایت کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ان کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ شریعت اسلامی کے احکام اسلام کے عہد اول میں مسلمانوں کے نزدیک جانے پہچانے نہ تھے۔ انسائیکلوپیڈیا بریٹینیکا (Encyclopedia of Britannica) میں مقالہ "محمد" کا مصنف احادیث پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے:

> احادیث کا رسمی مجموعہ یا وہ قصے کہانیاں جو آپ ﷺ کے اقوال و افعال سے متعلق ہیں تاریخی طور پر ناقابل اعتماد ہیں۔[25]

آرتھر جیفری(Arthor Jeffery)حدیث کے بارے میں اپنا نقطہ نظر یوں بیان کرتا ہے:

”تاہم پیغمبر ﷺ کے انتقال کے بعد ان کے پیروکاروں کی بڑھتی ہوئی جماعت نے محسوس کیا کہ مذہبی اور معاشرتی زندگی میں بے شمار ایسے مسائل ابھر رہے ہیں جن کے متعلق قرآن میں کوئی رہنمائی موجود نہیں، لہٰذا ایسے مسائل کے متعلق رہنمائی حدیث میں تلاش کی گئی۔ احادیث سے مراد وہ چیزیں ہیں جو پیغمبر ﷺ نے اپنی زبان سے کہیں یا آپ ﷺ ان پر عمل پیرا ہوئے یا وہ چیزیں جن کے متعلق کہا گیا کہ وہ پیغمبر ﷺ کے اقوال یا افعال ہیں۔ صحیح اور جعلی احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ حدیث کی کتابوں میں جمع کر دیا گیا ہے۔ حدیث کے چھ مجموعوں کو مستند تسلیم کیا جاتا ہے لیکن چونکہ کتب صحاح میں زیادہ تر وہ احادیث تھیں جن کا تعلق فقہی مسائل سے تھا اس لیے اکثر دیگر مذہبی اہمیت کے معاملات کے لیے غیر مستند مجموعوں کی احادیث پر اعتماد کرنا ضروری تھا۔ اس بات کا مسلمانوں کو اچھی طرح علم تھا کہ حدیث کا اکثر مواد جعلی ہے، لیکن اسلام کے مطالعہ کے لیے احادیث مسلمانوں نے خود گھڑی تھیں اور انہیں محمد ﷺ کی طرف منسوب کر دیا بلکہ ایسی موضوع احادیث کو بعض اوقات ان احادیث جیسی اہمیت دی جاتی ہے جو سچ مچ پیغمبر ﷺ سے منقول ہے۔“(26)

آرتھر جیفری اپنی اس تحریر میں گولڈ زیہر کی پیروی کرتے ہوئے یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہا ہے کہ حدیث کا عہد رسالت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ آپ ﷺ کے انتقال کے بعد جب نئے مسائل پیش آئے تو مسلمانوں نے ان کا حل تلاش کرنے کے لیے حضور ﷺ کے افعال و اقوال کا سہارا لیا۔ احادیث گھڑ کر آپ ﷺ کی طرف منسوب کیں اور موضوع احادیث کو بعض اوقات صحیح احادیث پر فوقیت بھی دی۔

ایچ۔اے۔آر۔گب(H.A.R Gibb)کے بقول:

”یہ فیصلہ کیا گیا کہ جہاں اس قسم کی احادیث موجود ہوں ان سے جو احکام صراحتاً یا ضمناً مستنبط ہوں وہی فیصلہ کن ہوں گے اور تمام مسلمانوں کے لیے ان پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔ پیغمبر ﷺ کی سنت کو دیگر تمام سنتوں اور قیاسی فیصلوں پر فوقیت حاصل ہوگی۔ احادیث کی حجیت کے تصور کی وضاحت امام شافعی نے ایسے مدلل اور لاجواب انداز میں کی تھی کہ تمام مکاتب فکر کو اسے مجبوراً تسلیم کرنا پڑا۔“(27)

گب یہ تسلیم کر رہا ہے کہ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ سے مروی احادیث کو تلاش کیا، لیکن وہ ساتھ ہی وہ یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہا ہے کہ احادیث کو حجت بعد کے مسلمانوں نے قرار دیا ہے یعنی عہد رسالت میں حدیث کی ضرورت محسوس ہی نہیں کی گئی۔ گب کی تحریر کو آغاز سے پڑھنے والا شخص یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ احادیث کے متعلق مثبت رویہ اختیار کر رہا ہے لیکن اس کے مذکورہ بالا جملوں نے اس حقیقت سے پردہ ہٹا دیا ہے کہ وہ بھی اپنے دیگر مستشرق بھائیوں کا ہمنوا ہے اور وہ احادیث پر حملہ کرتے ہوئے قدرے مہذب انداز اختیار کرنے کی کوشش کر رہا ہے ورگرنہ اس کا یہ کہنا کہ احادیث کی حجیت کو امت میں متعارف کروانے کا سہرا حضرت امام شافعیؒ کے سر ہے، اسلام کی بنیادیں ہلا دینے کے مترادف ہے۔ مستشرقین نے حدیث کی حجیت کے بارے میں جو زہر اگلا ہے ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں۔ وہ موضوع اور کمزور روایات کی بنیاد پر اپنی تحقیق کی عمارت استوار کرتے ہیں۔ ان کے بقول احادیث مبارکہ امت مسلمہ کی تاریخ کے بدلتے ہوئے تقاضوں کا نتیجہ ہیں اور جس چیز نے حالات کے بدلتے ہوئے تقاضوں سے جنم لیا ہو اسے شریعت اسلامیہ کا ماخذ کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟ قرآن کریم کے متعلق مستشرقین کی ایک معقول تعداد اب یہ تسلیم کرتی ہے کہ آج مسلمانوں کے پاس جو قرآن کریم ہے یہ وہی ہے جو آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ کے سامنے پیش کیا تھا اور قرونِ اُولیٰ کے مسلمانوں کے پاس یہ کتاب ہدایت موجود تھی۔

اگر احادیث کی حجیت اور اہمیت کا ثبوت صرف احادیث اور تاریخ اسلام کے حوالے سے پیش کرنا پڑتا تو مستشرقین اپنے گمان کے مطابق اسے بڑی آسانی سے رد کر سکتے تھے اور کسی حدیث کو ان کے خلاف بطور ثبوت پیش نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے احادیث کی اہمیت اور حجیت کو قرآن کو قرآن کریم کے ذریعے بیان کر دیا ہے۔ جب قرآن حکیم کی بے شمار آیات احادیث کی اہمیت کو بیان کر رہی ہیں، تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ عہد رسالت کے مسلمانوں نے احادیث کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ اور صدی ڈیڑھ صدی کے بعد مسلمانوں کو مجبوراً احادیث کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ درج ذیل قرآنی آیات کے ذریعے احادیث کی اہمیت و حجیت واضح کی جا رہی ہے کیونکہ قرآن کریم کی کسی آیت کے بارے میں مستشرقین یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ بعد کے مسلمانوں نے واضح کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی بے شمار آیات کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اتباع کا حکم آیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَيَغۡفِرۡ لَـكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴾(28)

”(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خاطر تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اور اللہ بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان ہے۔“

اس آیت کریمہ میں حجیت الٰہی کی دلیل رسول اللہ ﷺ کی اتباع کو قرار دیا گیا ہے اور نبی کریم ﷺ کی اتباع محبت الٰہی کے لیے ضروری ہے اور جو گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بھی ہے وہ حدیث کے بغیر ممکن نہیں کیونکہ اتباع کا مفہوم ہے۔

”اَلاِتِّبَاعُ فِی الفِعلِ هُوَ التَّاسِی اَن تُفعَلَ مِثلَ فِعلِهٖ عَلٰی وَجهِهٖ مِن اَجلِهٖ“(29)

”کسی فعل کے اتباع کا یہ معنی ہے کہ اس کے فعل کو اسی طرح کیا جائے جس طرح وہ کرتا ہے اور اس لیے کیا جائے کیونکہ وہ کرتا ہے۔“

لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے جو کام کیے ہیں وہ اسی طرح کیے جائیں جس طرح آپ ﷺ نے کیے اور حدیث آپ ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات کو بجالانے کا نام ہے۔ قرآن کریم کے اس ارشاد پر عمل کرنے اور اس میں جن انعامات کا ذکر ہے ان کو حاصل کرنے کے لیے ہم احادیث کے محتاج ہیں کیونکہ قرآن کریم کے اس فرمان پر احادیث کے بغیر عمل کرنا ممکن نہیں۔ اس لیے کہ آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال کا علم صرف احادیث سے ہی ملتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَلَا تُبۡطِلُوۡۤا اَعۡمَالَكُمۡ﴾(30)

”اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو، اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔“

﴿وَمَاۤ اٰتٰٮكُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ ‌ۚ وَمَا نَهٰٮكُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا‌ ۚ﴾(31)

”اور رسول تمہیں جو کچھ دیں، وہ لے لو، اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔“

اس آیت کریمہ میں آنحضرت ﷺ کے اوامر و نواہی کا علم احادیث کے بغیر ممکن نہیں۔

(اَلَا اَنّي اُوتيتُ الكِتَابَ وَ مِثلَهٗ مَعَهٗ.)[32]

نقد حدیث: صحیح، شیخ البانی نے اس کو صحیح کہا ہے۔ (صحیح وضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ، رقم:۴۴۰۸)

"خبر دار! مجھے کتاب اور اس کے ساتھ اس کی مثل (حدیث) عطا کی گئی ہے۔"

علاوہ ازیں بہت سے مستشرقین کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ عہدِ رسالت میں ہی مسلمان حدیث پر عمل پیرا تھے اور بعد کے مسلمانوں تک آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال اور تقریرات قابل اعتماد ذرائع سے منتقل ہوئے۔

فلپ۔کے۔ہٹی احادیث کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہتا ہے:

"محمد ﷺ نے اپنی پوری زندگی خدا کے خلیفہ کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دیے۔ اس طرح وہ ایک قانون ساز، جج اور منتظم کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی سنت یعنی آپ ﷺ کی عادات، آپ ﷺ کا طریقہ کار، آپ ﷺ کے اقوال، آپ کے افعال اور آپ کی تقریرات دستیاب تھیں۔ یہ چیزیں وحی کے متن کی تبیین اور تفسیر کرتیں اور اس طرح نئے تقاضوں کو پورا کرتی تھیں۔ ہجرت کے بعد کی پہلی صدی میں احادیث قرآن کریم کے بعد زبردست تحقیق اور مطالعہ کا موضوع قرار پائیں۔ احادیث کی تحقیق میں احادیث جمع کرنے ان کی جانچ پڑتال کرنے اور ان کو ریکارڈ کرنے کے مقاصد کو پیش نظر رکھا گیا۔[33]

فلپ حضور ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کے اقوال کی تشریعی حیثیت اور احادیث کو قرآن کریم کے بیان اور تفسیر ہونے کو تسلیم کر رہا۔ ہجرت کے بعد پہلی صدی میں احادیث کی زبردست تحقیقات کا اقرار کرتا ہے۔ اس کے مطابق اس دور میں احادیث کو جمع کر کے انہیں پرکھا گیا اور انہیں ریکارڈ بھی کیا گیا۔ یہ تمام باتیں دیگر مستشرقین کے مزعومات کے خلاف ہیں اور یہ باتیں احادیث کی اہمیت اور ان کی حفاظت کے لیے جانے والی کوششوں کی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔

جون بیگٹ گلب (John Begot Glubb) لکھتا ہے:

"بہت سے کم اہمیت کے قانونی اور انتظامی امور کے مسائل طے کرنا باقی تھے۔ ایسے امور کے متعلق محمد ﷺ کے فیصلے اسلامی روایات کی شکل میں بعد کے مسلمانوں کی طرف منتقل ہوئے اور صدیوں تک کروڑوں مسلمانوں کے لیے ناقابل تغیر قانون کی حیثیت اختیار کر گئے۔"[34]

یہاں مسٹر گلب کہہ رہے ہیں کہ حضور ﷺ کے فیصلے اسلامی روایات کا حصہ بنے اور کروڑوں انسانوں کے لیے ناقابل تغییر قانون بنے۔ جبکہ دیگر مستشرقین احادیث کو حضور ﷺ کے فیصلے یا اقوال نہیں مانتے بلکہ انہیں بعد کے مسلمانوں کی اختراع قرار دیتے ہیں۔

ڈاکٹر مورس بکائلے (Maurice Bucaille) لکھتے ہیں:

"محمد ﷺ کی زندگی میں اور آپ کے انتقال کے بعد قانونی نوعیت کی اضافی معلومات کو آپ کے افعال و اقوال میں تلاش کیا جاتا تھا۔"[35]

احادیث کی جانچ پڑتال اور حفاظت کے متعلق مسلمانوں کی کوششوں پر تبصرہ کرتے ہوئے مسٹر بکائلے لکھتے ہیں:

"جن لوگوں نے احادیث کے مجموعوں کو مرتب کرنے کا بیڑا اٹھایا انہوں نے احادیث کی جانچ پڑتال کے لیے وہ طریقے اختیار کیے جن کو تاریخی واقعات کے قلمبند کرنے سے پہلے اختیار کرنا بڑا صبر آزما ہوتا ہے۔ احادیث جمع کرنے کے کٹھن کام میں روایات کی صحت ہمیشہ پورے احترام سے ان کے پیش نظر رہی۔ اس بات کا ثبوت اس حقیقت سے ملتا ہے کہ مسلمانوں کے ہاں احادیث کے جو مجموعے زیادہ مستند ہیں ان کی تمام احادیث کی اسناد صحابہ کرام یا اہل بیت عظام تک متصل ہیں۔"[36]

درج بالا اقتباسات احادیث کے متعلق مستشرقین کے مذکورہ دعویٰ کی نفی کر رہے ہیں:

"ان دلائل اور حقائق کی روشنی میں مستشرقین کے حدیث کے بارے میں مفروضہ کہ "دورِ اول کے مسلمانوں کو نہ صرف حدیث کی ضرورت پڑی اور نہ ہی انہوں نے حدیث کو کوئی اہمیت دی اور یہ کہ حدیث میں معاشرہ کی عادات شامل ہو چکی تھیں۔"

بالکل غلط اور بے بنیاد ٹھہرتا ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تاریخ اسلام کے کسی دور میں بھی مسلمانوں کے لیے احادیث بے بنیاد رہنا ممکن نہیں تھا۔

CC BY

مصادر و مراجع

1۔ ابن منظور، محمد بن مکرم، افریقی، لسان العرب، ص:۱۰/ ۳۶۲، مطبوعہ دار صادر، بیروت، لبنان، ۱۹۹۹ء ابو الحسن، احمد بن فارس، معجم مقابیس اللغۃ، ص:۳/ ۲۳۱، دار الفکر، سوریا، ۱۹۷۹ء، الجوہری، اسماعیل بن حماد، مختار الصحاح، ص:۲۲۶، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۹۴ء

2۔ ابن منظور، لسان العرب، ص:۱۰۲۶۲، فیروز الدین، مولوی، فیروز اللغات، ص:۲۱۴۷، فیروز سنز، لاہور، س ن

3۔ محمد ابراہیم، الاستشراق، ص:۱۴۲

4۔ خویشگی، محمد عبد اللہ خاں، فرہنگ عامرہ، ص:۵۷۷، یونین پرنٹنگ پریس، دہلی، ۱۹۵۳ء

5۔ سبوعی، لوئیس معلوف، المنجد، ص:۶۳۲، دار المشرق، بیروت، لبنان، ۱۹۸۶ء

6-Ashornby, Oxford Advanced, p. 1046

7-Webster biographical Dictionary, p.818

8-Abdul-Haq, The standard English urdu dictionary, p-796

9۔ احمد عبد الحمید، غراب، رویۃ اسلامیہ للاستشراق، ص:۷، مطبوعہ، بیروت، لبنان، س ن

10۔ ایضاً، ص:۸

11۔ محمد احمد دیاب، اضواء علی الاستشراق، ص:۱۰، مطبوعہ دار المنار، بیروت، لبنان، ۲۰۱۷ء

12۔ صبر و عفاف، المستشرقون، مشکلات الخصاسرۃ، ص:۱۰

13۔ احمد الشریامی، التصوف عند المستشرقین، ص:۱۷

14۔ غلام جیلانی، برق، یورپ پر اسلام کے احسانات، ص:۷۶

15۔ بداوی، ڈاکٹر عبد الرحمٰن، موسوعۃ المستشرقین، دار العلوم للملایین، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۹۸۴ء

16۔ سلفی، لقمان علی، ڈاکٹر، السنۃ حجیتھا و مکانتھا فی الاسلام والرد علی منکریھا، مکتبۃ الایمان، المدینۃ المنورۃ، ۱۹۸۹ء، ص:۲۱۶۔۲۱۷

17۔ خالد علوی، ڈاکٹر، حفاظتِ حدیث، الفیصل ناشران، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص:۱۶۰

18۔ شلبی، دکتور رؤوف، السنۃ الاسلامیۃ بین اثبات الفاھنپور فض الجاھلین، مطبع القدم الکویت، ۱۹۸۲ء، ص:۱۱۷۔۱۱۸

19۔ سیزگن، مقدمہ تاریخ تدوین حدیث، ص:18

20۔ محمد ابو زھو، الحدیث والمحدثون، ص:۳۰۲، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور، س ن

22-Goldziher, Muslim studies, p: 2/7

22۔ منیر بعلبکی، المورد، ص:۹۷۴، دار العلم للملایین، بیروت، لبنان، س ن

23-Abd-ul-Haq, Advanced, p: 668

24-Goldziher, muslim studies, p: 2/ 19

25۔ انسائیکلوپیڈیا بریٹینیکا، ص:۱۲، ۲۰۹

26-Arthor Jaffery, Islam, Muhammad and his religion, p.12

28۔ گِب، "اسلام مشمولہ" انسائیکلوپیڈیا آف لونگ فیتھ، ص:۱/ ۲۲۳

29۔ آل عمران ۳:۳۱

30۔ جسٹس محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ص:۱/ ۲۲۳

31۔ محمد ۴۷:۳۳

32۔ الحشر ۵۹:۷

33۔ ابو داود، سلیمان بن اشعث، سجستانی، سنن ابی داود، دار الفکر، بیروت، لبنان، ۲۰۰۵ء کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، حدیث:۴۶۰۴

34-Flip.k.Hitti, Islam a way of life,p-42

35-John, Bagot Glub, the Lifetime of Muhammad,p-359

36-Maurice Bucaille, The Bible, The Quran and science, p-259

CC BY